پہلے ۶۴ سال کے لیے = - ۱ دن

اگلے ۲۴۰ سال (۲ دورِ کبیر) کے لیے = - ۲ ″

اگلے ۱۱۲ سال (۱۴ دورِ صغیر) کے لیے = صفر ″

باقی ۴ سال (۴۲۰ تک) = ۴×۴ = ۱۶ + ۱ دن لیپ

= ۱۷ دن = ۳ دن

گویا منفی اور جمع کے دن برابر ہوگئے۔ لہٰذا یکم محرم الحرام ۴۲۱ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔

علیٰ ہٰذا القیاس بطریقِ اصولی یکم محرم الحرام ۶۲۱ھ کو جمعہ ہے تو مشاہداتی طریق سے :۔

پہلے ۶۴ سال کے لیے = - ۱ دن

اگلے ۴۸۰ سال (۴ دورِ کبیر) = - ۴ ″

اگلے ۸۰ سال (۱۰ دورِ صغیر) = صفر دن

باقی ۶ سال (۶۳۰ تک) = ۶×۴ = ۲۴ + ۲ لیپ کے دن

= ۲۶ = ۵ دن

یہاں بھی منفی اور جمع کے دن برابر ہوگئے۔ لہٰذا یکم محرم ۶۳۱ھ کو جمعہ ہوگا۔

اب یکم محرم ۱۲۶۱ھ کو بھی اصولی طریق سے جمعہ ہے۔ اُس کا حساب یوں ہوگا۔

پہلے ۶۴ سال کے لیے = - ۱ دن

اگلے ۱۰۸۰ سال (۹ دورِ کبیر) = - ۹ یا - ۲

اگلے ۱۱۲ سال (۱۴ دورِ صغیر) = صفر دن

باقی ۴ سال (۱۲۶۰ تک) = ۴×۴ = ۱۶ + ۱ لیپ کا دن

= ۱۷ یا ۳ دن

یہاں بھی منفی اور جمع کے دن برابر ہوگئے لہٰذا یکم محرم ۱۲۶۱ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔

۳۔ بذریعہ ہجری تقویم دائمی دن معلوم کرنے کا طریقہ

اگلے باب میں ایک کثیر الفوائد ہجری تقویم دائمی پیش کی جا رہی ہے جو دراصل اصولی طریق کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی مدد سے کسی بھی معینہ ہجری تاریخ کا دن بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ :۔

۱۔ پہلے سالوں کو ۲۱۰ پر تقسیم کریں۔ حاصل قسمت کو چھوڑ دیں۔ جو کچھ باقی بچے اسی سے غرض ہے۔

۲۔ اس باقی کو ادوارِ صغیر میں دیکھیں کہ کون سے دورِ صغیر میں آتا ہے۔ اس خانہ کے نیچے اور مطلوبہ سال کے سامنے مطلوبہ مہینے کا پہلا دن معلوم کر لیں۔

۳۔ اس پہلے دن سے معینہ تاریخ کا دن بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔

اب ہم پہلی ہی مثالیں یہاں پیش کرتے ہیں تاکہ ساتھ ہی ساتھ پڑتال بھی ہو جائے۔

مثال عدا :۔ یکم جمادی الاولیٰ ۷۰۱ھ کو کونسا دن تھا؟

حل : (i) ۷۰۱ میں سے ۶۳۰ (۲۱۰ × ۶) نکال دیے باقی = ۷۱

(ii) ۷۱ کا سال تیسرے دور ۶۱ تا ۹۰ میں گیارھواں سال ہے۔

لہذا گیارھواں سال تیسرے دور کے نیچے اور جمادی الاولیٰ کے سامنے دیکھ لیجیے۔

منگل جواب

مثال عدد ۲ :۔ ۱۵ رمضان المبارک ۱۲۴۷ھ کو کونسا دن تھا؟

حل : (i) ۱۲۴۷ میں سے ۱۰۵۰ (۲۱۰ × ۵) نکال دیے تو باقی = ۱۹۷

(ii) ۱۹۷ کا سال ساتویں دور میں ۱۷ واں سال ہے اور رمضان نواں مہینہ

لہذا ۱۷ ویں سال میں ساتویں دور کے نیچے یکم رمضان دیکھ لیجیے۔ جمعہ ملے گا۔ ظاہر ہے اگر یکم رمضان کو جمعہ ہو گا تو ۸ اور ۱۵ رمضان کو بھی جمعہ ہی ہو گا۔

جمعہ جواب

مثال عدد ۳ : ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۹۸ھ کو کونسا دن ہو گا۔

حل :۔ (i) ۱۳۹۸ میں سے ۱۲۶۰ (۲۱۰ × ۶) نکال دیجیے باقی = ۱۳۸

(ii) ۱۳۸ پانچویں دور کا ۱۸ واں سال ہے اور جمادی الآخرہ چھٹا مہینہ۔

لہذا ۱۸ ویں سال میں پانچویں دور کے نیچے چھٹا مہینہ یکم جمادی الآخرہ دیکھیے منگل کا دن ملے گا۔

ظاہر ہے کہ یکم کو منگل ہو تو ۱، ۸، ۱۵، ۲۲ کو منگل اور ۲۳ کو بدھ ہو گا۔

بدھ جواب

ہجری تقویم دائمی ۳۰ سالہ دورِ صغیر پر مشتمل ہے۔ اوپر جو تین شالیں پیش کی گئی ہیں وہ گیارھویں، سترھویں اور اٹھارھویں سال سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہاں ہم صرف گیارھویں سال کی تقویم بطور نمونہ درج کرتے ہیں اور اس میں سے صرف اتنے حصہ پر اکتفا کرتے ہیں جس سے کسی معینہ تاریخ کا دن معلوم کرنے کا تعلق ہے۔

سال نمبر	نام مہینہ	تعداد ایام	۱ پہلا دور ۱ تا ۳۰	۲ دوسرا دور ۳۱ تا ۶۰	۳ تیسرا دور ۶۱ تا ۹۰	۴ چوتھا دور ۹۱ تا ۱۲۰	۵ پانچواں دور ۱۲۱ تا ۱۵۰	۶ چھٹا دور ۱۵۱ تا ۱۸۰	۷ ساتواں دور ۱۸۱ تا ۲۱۰
۱۱	محرم	۲۹	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل
	صفر	۳۰	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ
	ربیع الاول	۲۹	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ
	ربیع الآخر	۳۰	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ
	جمادی الاولیٰ	۲۹	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار
	جمادی الآخرہ	۳۰	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل
	رجب	۲۹	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات
	شعبان	۳۰	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ
	رمضان	۲۹	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار
	شوال	۳۰	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار
	ذیقعدہ	۳۰	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعرات	بدھ
	ذی الحجہ	۲۹	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ

معذرت

: حالیہ شمارہ کتابت کی الجھنوں کی وجہ سے بادلِ نخواستہ دو ماہ کا مشترکہ شائع کرنا پڑتا ہے۔ ہم معیارِ کتابت قائم رکھنے کی غرض سے پرچہ منڈی وار برٹن (ضلع شیخوپورہ) بھیجتے تھے لیکن اس مرتبہ کاپیوں کی پروف ریڈنگ اور تصحیح کیلئے چکروں کے باوجود پرچہ اتنا لیٹ ہوا کہ مجبوراً اسے دوماہی کرنا پڑا۔ جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے۔

(منیجر)

تاریخ و سیر

طالب ہاشمی

حضرت خنساءؓ بنت عمرو۔ ارثی العرب

(۱)

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں جنگِ قادسیہ کا شمار عراق عرب کی سرزمین پر لڑی جانے والی نہایت خونریز اور فیصلہ کن جنگوں میں ہوتا ہے۔ اس لڑائی میں سلطنتِ ایران نے اپنے دو لاکھ آزمودہ کار جنگجو اور تین سو جنگی ہاتھی مسلمانوں کے مقابل لا کھڑے کیے دوسری طرف مجاہدینِ اسلام کی کل تعداد صرف تیس اور چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ ان میں سے بعض مجاہدین کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی جہاد میں حصّہ لینے کے لیے قادسیہ آئے تھے۔ اس موقع پر ایک ضعیف العمر خاتون بھی جذبۂ جہاد سے سرشار اپنے چار نوجوان فرزندوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود تھیں۔ شب کے ابتدائی حصے میں جب ہر مجاہد آنے والی صبح کے ہولناک منظر پر غور کر رہا تھا اس خاتون نے چاروں فرزندوں کو اپنے پاس بلایا اور ان سے یوں خطاب کیا۔

میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی اس ذاتِ لایزال کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل و رسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ۔ تو سب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران - ع ۲۰)

(اے مسلمانو! صبر سے کام لو اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ مراد کو پہنچو)

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو تم خاص آتش دانِ جنگ میں گھس پڑنا اور راہِ حق میں دیوانہ وار تلوار چلانا ہو سکے تو دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے۔"

چاروں نونہالوں نے یک زبان ہو کر کہا:

"اے مادرِ محترم! انشاء اللہ ہم آپ کی توقعات پر پورے اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی۔"

صبح جب معرکہ کارزار گرم ہوا تو اس خاتون کے چاروں فرزند اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائے، رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے ایک ساتھ میدانِ جنگ میں کود پڑے۔

بزرگ خاتون، جس کے چہرے پر عجیب قسم کا جلال تھا، اپنے فرزندوں کو میدانِ رزم میں بھیج کر بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض پیرا ہوئی۔

"الٰہی میری متاعِ عمر۔ یہی کچھ تھی، اب تیرے سپرد ہے۔"

اپنی ماں کی تقریر سن کر ان نوجوانوں کے دلوں میں رات ہی سے شوقِ شہادت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ اب جو لڑائی کا موقع ملا تو ایسی وارفتگی سے لڑے کہ شجاعت بھی آفرین پکار اٹھی جس طرف جھک پڑتے تھے۔ غنیم کے پرّے کے پرّے صاف ہو جاتے تھے۔ آخر دشمن کے سینکڑوں جنگجوؤں نے انھیں اپنے نرغہ میں لے لیا۔ اس حالت میں بھی یہ سرفروش مطلق ہراساں نہ ہوئے اور دشمن کے بیسیوں سپاہیوں کو خاک و خون میں لوٹا کر خود بھی رتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

جب اس خاتون نے اپنے بچّوں کی شہادت کی خبر سنی تو نالہ و فریاد کرنے کے بجائے بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریز ہو گئی اور اس کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

"اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے فرزندوں کے قتل سے مشرف کیا۔ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن مجھے ان بچوں کے ساتھ اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔"

یہ ضعیف، العمر خاتون جنھوں نے تسلیم ورضا اور صبر وتحمل کا ایسا مظاہرہ کیا کہ چشمِ فلک نے کبھی اس کی نظیر نہ دیکھی تھی ، عرب کی عظیم مرثیہ گو حضرت خنساءؓ بنت عمرو تھیں۔

(۲)

حضرت خنساءؓ (الخنساء) کا شمار عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق نجد کے قبیلہ بنو سُلیم سے تھا جو بنو قیس بن عیلان کی ایک شاخ تھا۔ یہ قبیلہ اپنی شرافتِ نفس، جود وسخا اور شجاعت وہمت کی بنا پر قبائلِ عرب میں امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

"بلاشبہ ہر قوم کی ایک پناہ گاہ ہوتی ہے اور عرب کی پناہ قیس بن عیلان ہے۔"

حضرت خنساءؓ کا اصلی نام تماضر تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

تماضر بنت عمرو (بن الحارث) بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیّہ بن خفاف بن امرأالقیس بن بہثہ بن سُلیم بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ (عقصہ) بن قیس بن عیلان بن مضر۔

تماضر چونکہ بہت چست ہوشیار اور خوبرو تھیں اس لیے خنساء کے لقب سے مشہور ہوئیں جس کے معنی ہرنی کے ہیں۔

مؤرخین نے حضرت خنساء کے سالِ ولادت کی تصریح نہیں کی۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرتِ نبوی سے تقریباً پچاس برس پہلے پیدا ہوئیں۔ ان کا والد عمرو بنو سُلیم کا رئیس تھا اور اپنی وجاہت اور ثروت کی بنا پر بڑے اثر ورسوخ کا مالک تھا۔ اس نے اپنی اولاد (خنساءؓ اور ان کے بھائیوں معاویہ وصخر) کی پرورش بڑے ناز ونعم سے کی یہاں تک کہ وہ بڑے ہو کر اعلیٰ خصائل کے مالک ہوئے۔ مبدأ فیاض نے خنساء کی فطرت میں ہی شعر وسخن کا ذوق ودیعت کیا تھا۔ چنانچہ وہ صغر سنی ہی میں کبھی کبھی دو چار شعر موزوں کر لیا کرتی تھیں رفتہ رفتہ شعور کی پختگی کے ساتھ ان کی شعری صلاحیتیں بھی ترقی کرتی گئیں۔ یہاں تک کہ آگے

چل کر وہ ایک شہرۂ آفاق مرثیہ گو شاعرہ کے مرتبہ پر فائز ہوئیں - حضرت خنساءؓ کے عنفوانِ شباب کو پہنچنے سے پہلے ہی ان کے شفیق باپ کا انتقال ہو گیا - خنساءؓ کے لیے یہ ایک جانکاہ صدمہ تھا لیکن ان کے دونوں بھائیوں معاویہ اور صخر نے ایسی محبت اور دلسوزی کے ساتھ ان کی سرپرستی کی کہ وہ باپ کا غم بھول گئیں - اب ان کی محبت اور عقیدت کا مرجع دونوں بھائی تھے وہ ان سے ٹوٹ کر محبت کرتی تھیں اور ان کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھیں - اسی زمانے میں بنو ہوازن کے مشہور شہسوار، شاعر اور رئیس دُرَید بن الصِّمَّہ نے خنساءؓ کو ان کے بھائی معاویہ کے ذریعے شادی کا پیغام دیا - خنساءؓ نے بعض وجوہ کی بنا پر یہ پیام قبول کرنے سے انکار کر دیا بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ دُرَید ایک معمر شخص تھا اور اس کی شکل و صورت بھی کچھ ایسی پسندیدہ نہیں تھی اس لیے خنساءؓ نے اسے دیکھ کر ناپسند کیا اور اس کے خلاف کچھ اشعار بھی کہے جس میں دُرَید اور اس کے قبیلے کا ذکر طنزیہ انداز میں کیا -

اس کے بعد اپنے قبیلے کے ایک نوجوان عبدالعُزّٰی (یا بروایت ابن قتیبہ رواحہ بن عبدالعزّٰی) سے شادی کی اس سے حضرت خنساءؓ کا ایک بیٹا ابو شجرہ عبداللہ پیدا ہوا - عبدالعزّٰی نے جلد ہی وفات پائی اس کے بعد خنساءؓ نے بنو سُلَیم ہی کے ایک دوسرے شخص مرداس بن ابی عامر سے نکاح کر لیا - اس سے ان کے تین بیٹے عمرو، زید اور معاویہ (یا بقول ابن حزم ہبیرہ، جزء اور معاویہ) پیدا ہوئے اور ان کے بعد ایک بیٹی عمرہ پیدا ہوئی - مرداس ایک بہادر اور حوصلہ مند آدمی تھا اس نے اپنے کچھ ساتھیوں کی مدد سے ایک چشمے سے متصل دلدلی زمین کو قابلِ کاشت بنانے کی کوشش کی وہاں کی مرطوب آب و ہوا نے اس کی صحت پر برا اثر ڈالا اور وہ بخار میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا -

اس کے بعد خنساءؓ نے اپنی ساری زندگی بیوگی کی حالت میں کاٹ دی - ان کے بھائیوں معاویہ اور صخر نے بیوہ بہن کی دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور وہ دلجمعی کے ساتھ اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت میں مصروف رہیں - اس زمانے میں وہ اپنا ذوقِ شعر و سخن بھی پورا کرتی رہتی تھیں - لیکن ان کا دائرہ شہرت محدود ہی رہا - جس واقعے نے ان کی زندگی کا رخ بدل دیا اور ان کے اشعار میں غضب کی تاثیر پیدا کر دی وہ ان کے دونوں مربی بھائیوں کا یکے بعد دیگرے انتقال تھا - مؤرخین نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ خنساءؓ کے بھائی معاویہ کا عکاظ کے میلے میں بنو مرہ کے ایک شخص ہاشم بن حَرمَلہ سے جھگڑا ہو گیا تھا - اس نے ہاشم

سے بدلہ لینے کے لیے اپنے اٹھارہ ساتھیوں کے ہمراہ قبیلہ مُرّہ پر دھاوا بول دیا۔ لڑائی کے دوران میں وہ ہاشم کے بھائی درید کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

اس کے بعد صخر نے اپنے بھائی (معاویہ) کے قتل کا انتقام لینے کی قسم کھائی۔ چنانچہ اس نے موقع پاکر دُرَید کو قتل کر دیا اور اس کے ایک سُلیمی ساتھی نے دُرَید کے بھائی ہاشم بن حرملہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن اس پر بھی صخر کی آتش انتقام سرد نہ ہوئی اور وہ بنو مرہ پر برابر حملے کرتا رہا۔ اس کشمکش کے دوران بنو مرّہ کے حلیف بنو اسد کے ایک شخص ثور بن فقعس نے صخر کو شدید زخمی کر دیا اور وہ کئی ماہ تک اپنے خیمے میں نیم جان پڑا رہا۔ حضرت خنساءؓ نے بڑی تندہی سے اپنے محبوب بھائی کی تیمارداری کی لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا۔ صخر بڑا شجاع، عاقل اور خوب صورت جوان تھا۔ حضرت خنساءؓ کو اس کی موت پر شدید صدمہ پہنچا۔ ان کے دل و دماغ میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی جس نے نہایت دردناک اور فصیح و بلیغ مرثیوں کی شکل اختیار کر لی۔ انھوں نے صخر کے فراق میں ایسے دلسوز اور جانگداز مرثیے کہے کہ جو سنتا اشکبار ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ ان مرثیوں نے انھیں سارے عرب میں مشہور کر دیا اور نہ صرف عام لوگ بلکہ ان کے ہمعصر عرب شعراء بھی ان کی قادر الکلامی اور استادی کا لوہا مان گئے۔ انھوں نے صخر کی یاد میں جو مرثیے کہے ان کے چند اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"اے میری آنکھو! خوب آنسو بہاؤ اور ہرگز نہ رکو

کیا تم صخر جیسے سخی پر نہیں روؤ گی؟

کیا تم اس شخص پر نہیں روؤ گی جو نہایت جری اور جوانِ رعنا تھا۔

کیا تم اس سردار پر نہیں روؤ گی جو سرفند تھا اور جس کا پرتلہ بڑا لمبا تھا۔

جو کمسنی ہی میں اپنے قبیلہ کا سردار بن گیا۔

قوم نے اس کی طرف اپنے ہاتھ دراز کیے تو اس نے بھی اپنے ہاتھ دراز کر لیے۔

اور ان بلندیوں پر پہنچ گیا جو لوگوں کے ہاتھوں سے بھی بلند تھیں۔

اور اسی عزت و عظمت کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

بزرگی اس کے گھر کا راستہ دکھاتی ہے۔

اگر شرافت اور عزت کا ذکر آئے تو دیکھو گے کہ

صخر نے عزت کی چادر اوڑھ لی ہے۔

صخر کو بڑے بڑے لوگ اقتدا کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک پہاڑ ہے۔
جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے۔

اس مرثیہ کے آخری شعر

وان صخرا لتأتم الهداة به ـــــ كانّه علم فی راسه نار

کی تاثیر کا تو یہ عالم تھا کہ جو سنتا تھا دانتوں تلے انگلیاں داب لیتا تھا۔

درِ منثور میں ہے کہ حضرت خنساءؓ صخر کی قبر پر صبح و شام جاکر اس قسم کے دردناک اشعار پڑھا کرتیں اور زار زار رویا کرتیں۔

سورج جب نکلتا ہے تو وہ مجھے صخر کی یاد دلاتا ہے اور اسی طرح ہر غروبِ آفتاب کے وقت بھی مجھے اس کی یاد آتی ہے۔

اگر میرے ارد گرد اپنے مرے ہوؤں پر رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتی۔

اے صخر! اگر تو نے اب میری آنکھوں کو رلایا ہے تو کیا ہوا اس سے پہلے ایک لمبے عرصے تک تم مجھے ہنساتے بھی تو رہے ہو۔

تم زندہ تھے تو تمہارے طفیل میں آفات و حوادث کو دفع کر لیتی تھی افسوس کہ اب کون اس بڑی مصیبت کو دور کرے گا۔

بعض مقتولوں پر رونا اچھا نہیں لگتا لیکن تجھ پر رونا بے حد قابلِ ستائش ہے۔

(۳)

زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب ربیع الاول سے ذیقعدہ تک مختلف مقامات پر بڑی دھوم دھام سے میلے لگایا کرتے تھے۔ بازار عکاظ کا میلہ ان میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔ اس میلے میں عرب قبائل کے تمام رؤسا اور ہر قسم کے اربابِ ہنر و کمال شامل ہوتے۔ قبائل کے نئے سردار چنے جاتے اور باہمی تنازعات کے فیصلے کیے جاتے۔ غرض یہ میلہ نہایت اہم اور مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔ عرب کے کونے کونے سے ہر چھوٹا بڑا شاعر اس میں شریک ہوتا اور لوگوں کو اپنا کلام سناتا۔ حضرت خنساءؓ بھی بازارِ عکاظ کے اس اجتماع میں ہر سال شریک ہوتیں۔ جب ان کی آمد آمد ہوتی تو لوگ اس طرف ٹوٹ پڑتے اور ان کے اونٹ کے گرد گھیرا ڈال کر مرثیے سنانے کے لیے اصرار کرتے۔ جب وہ اپنے کسی مرثیہ کے چند

اشعار پڑھتیں۔ تو سامعین فرطِ رنج و الم سے دھاڑیں مار مار کر روتے۔ اور یہ سامعین کون ہوتے تھے انتہائی سنگدل اور خوفناک بدوی جنگجو جن کے لیے "قتل و غارت محض ایک کھیل تھا۔ خنساء رضی اللہ عنہا کے اشعار سن کر ان کے دل پگھل جاتے اور سیلِ اشک ان کی آنکھوں سے رواں ہو جاتا۔ یہ سیلِ اشک ان میں جذبۂ انسانیت بیدار کرنے کا باعث بنتا۔

خنساء رضی اللہ عنہا کو اپنی زبان کے صرف و نحو پر کمال درجہ کا عبور تھا وہ اگرچہ تمام اصنافِ سخن میں مہارتِ تامہ اور یدِ طولیٰ رکھتی تھیں لیکن مرثیہ گوئی میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ بازار عکاظ میں ان کے خیمہ کے دروازے پر ایک جھنڈا نصب ہوتا تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوتے تھے۔

الخنساء ـــــ ارثی العرب

(یعنی عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو خنساء)

بازارِ عکاظ میں عرب کا عظیم ترین شاعر نابغہ ذبیانی بھی آیا کرتا تھا۔ اس کے لیے سرخ رنگ کا خیمہ نصب کیا جاتا تھا جو سارے میلے میں منفرد ہوتا تھا اس لیے کہ وہ اپنے دور کے شاعروں میں مسلّم الثبوت استاد مانا جاتا تھا اور بڑے بڑے نامی شعراء اسے اپنے اشعار سنانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ جب خنساء پہلی مرتبہ بازار عکاظ میں آئیں اور اپنے اشعار نابغہ کو سنائے تو وہ بے اختیار پکار اٹھا۔

"واقعی تو عورتوں میں بڑی شاعرہ ہے اگر میں اس سے پہلے ابوبصیر (اعشیٰ) کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھ کو اس زمانے کے تمام شعراء پر فضیلت دیتا اور کہہ دیتا کہ تو جن و انس سب سے افضل ترین شاعرہ ہے۔[1]

---

[1] کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر حضرت حسانؓ بن ثابت بھی موجود تھے وہ جاہلی دور میں بھی عرب کے چوٹی کے شعراء میں شمار ہوتے تھے اور اسلام لانے کے بعد تو انہیں "مداحِ رسول" اور "شاعر دربارِ نبوت" کی حیثیت سے جو فضیلت اور عظمت حاصل ہوئی وہ محتاجِ بیان نہیں۔ یہ واقعہ ان کی زندگی کے جاہلی دور سے تعلق رکھتا ہے۔ خنساء کے بارے میں نابغہ کے الفاظ سن کر وہ غصے سے بے تاب ہو گئے اور تڑک کر کہا

"تو نے غلط کہا خنساء سے بہتر میرے شعر ہیں۔ نابغہ نے خود جواب دینے (باقی اگلے صفحہ پر)

رفتہ رفتہ خنساءؓ کی شاعرانہ عظمت کا چرچا تمام عرب میں پھیل گیا اور نہ صرف ان کے ہم عصر بلکہ بعد کے فحول شعرائے عرب نے بھی ان کی عظمت کا اعتراف کیا۔ حضرت خنساءؓ کے شعر کہنے کا اسلوب سادہ لیکن نہایت دلکش اور اثر انگیز ہے۔ فی الحقیقت فخریہ شعر کہنے اور مرثیہ میں تو مشکل ہی سے کوئی ان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ "تمام علمائے شعر و سخن اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی بھی عورت شعر گوئی میں خنساء کے برابر نہیں ہوئی نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد" (اسد الغابہ)

لیلیائے اخیلیہ کو اپنے دور کی سب سے بڑی عرب شاعرہ مانا گیا ہے لیکن ابن قتیبہ کے نزدیک اس کو خنساءؓ پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ وہ اپنی کتاب طبقات الشعراء میں لکھتے ہیں۔

"لیلائے اخیلیہ عورتوں میں سب سے بڑی شاعرہ ہے جس پر کسی کو تفوق حاصل نہیں سوائے خنساءؓ کے"

بنو امیہ کے دور کے مشہور شاعر جریر (متوفی ۱۱۰ھ) سے ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا، سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اگر خنساء نہ ہوتی تو میں ہی سب سے بڑا شاعر تھا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے بجائے خنساء کی طرف دیکھا، انھوں نے حسانؓ سے مخاطب ہو کر کہا "تمہیں اپنے قصیدہ کے کس شعر پر سب سے زیادہ ناز ہے؟" حسانؓ نے یہ شعر پڑھا۔

لنا الجفنات الغر یلمعن فی الضحیٰ و اسیافنا یقطرن من نجدۃ دما

(یعنی ہمارے پاس بڑے بڑے صاف شفاف برتن ہیں جو چاشت کے وقت چمکتے ہیں اور ہماری تلواریں بلندی سے خون ٹپکاتی ہیں)

حضرت خنساءؓ نے فوراً کہا، یہ شعر سات آٹھ جگہوں پر بلندی سے گر گیا ہے۔ جفنات کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے اس کی جگہ جفان بہتر تھا۔ غر پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں اس کے بجائے بیض کا لفظ موزوں تھا۔ یلمعن ایک عارضی چمک کو کہتے ہیں اس کے بجائے یشرقن بہتر تھا۔ کیونکہ اشراق، لمعان سے زیادہ دیرپا ہے۔ ضحیٰ سے دجیٰ بہتر تھا کیونکہ روشنی سیاہی میں زیادہ قابل وقعت ہوتی ہے۔ اسیاف جمع قلت کا صیغہ ہے، سیوف کہنا چاہیے تھا۔ یقطرن میں وہ خوبی نہیں جو یسلن میں ہے اسی طرح بمقابلہ لفظ دم کے دماء میں کثرت کا مفہوم ہے۔ حضرت حسانؓ خنساءؓ کے اعتراضات سن کر خاموش ہو گئے۔